قرآن کریم کا نظریہ تسخیر کائنات

مولانا اسلم شیخوپوری کراچی نمبر16

تیار کردہ برائے پانچویں فقہی کانفرنس پشاور

مقالہ نگار پہلی بنوں فقہی کانفرنس میں بھی ہمارے ساتھ شریک رہا ہے۔ مولانا ایک اچھے مصنف اور محقق ہیں ۔ چلنے پھرنے سے معذور ہونے کے باوجود ایک باحوصلہ اور باکردار عالم دین ہیں۔ (ادارہ)

ذیلی عنوانات:

1 ...... قرآن مجید میں شمس وقمر کی تسخیر کا تذکرہ

2 ...... سورۃ حج میں تذکرہ

3 ...... سورۃ الجاثیہ میں تذکرہ

4 ...... زمانہ جاہلیت کے دور کا تذکرہ

5 ...... مسئلہ مذکورہ اور شرعی دلائل

6 ...... حوالہ جات کی تفصیل

جہاں تک ناچیز کا ناقص مطالعہ ہے قرآن کریم میں شمس وقمر کی تسخیر کا ذکر سات جگہ، لیل ونہار، ارض وسماء اور سمندر کی مخلوقات کی تسخیر کا ذکر دو مقامات پر صرف زمین کی مخلوق، کشتیوں، نہروں اور چوپاؤں کی تسخیر کا بیان ایک ایک آیت میں آیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت داؤدؑ کے لئے ایک آیت میں پہاڑوں اور پرندوں دونوں اور دوسری آیت میں صرف پہاڑوں کی تسخیر اور تسبیح کا تذکرہ آیا ہے قربانی کے اونٹوں کی تسخیر کا بیان بھی آیا ہے۔

(ا) ان میں سے چند آیات کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیں سورہ ابراہیم میں ہے: ''اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کر دیا کہ دونوں ایک دستور پر چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہارے لئے مسخر کر دیا'' (۱۴/۳۳)

سورۃ حج میں ھے: کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں سب اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مسخر کر دی ہیں اور کشتیاں بھی جو اسی کے حکم سے دریا میں چلتی ہیں'' (۲۲/۶۵)

سورۃ الجاثیہ میں ھے: اللہ ہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ شکر کرو اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے لئے

مسخر کردیا جو لوگ غور کرتے ہیں ان کیلئے اس میں نشانیاں ہیں''۔ مذکورہ بالا آیات میں، میں نے عمداً ''مسخر کرنے'' کا معنی کیا ہے ورنہ قرآن کریم کے مترجمین میں سے کسی نے قابو میں کرنے، کسی نے تابع کرنے اور کسی نے خدمت میں لگانے کا ترجمہ کیا ہے، لغت میں تسخیر کے معنی ہیں کسی کو جبراً کام میں لگانا اور قابو کرنا۔(۲) امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ کسی خاص مقصد کیلئے کسی کو زبردستی لے جانے کو تسخیر کہا جاتا ہے(۳)۔ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودات عالم کا حقیقی خالق اور مسخر اللہ تعالیٰ ہے اس نے ہر چیز کیلئے کچھ اصول اور طبعی قوانین وضع کئے ہیں اور اس میں مختلف فوائد رکھے ہیں انسان کو چونکہ منصب خلافت عطا کیا گیا ہے اور ساری مخلوق یہاں تک کہ ملائکہ کو اس کی خدمت کیلئے مامور کیا گیا ہے اس لئے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان طبعی قوانین اور مخفی فوائد کا پتہ لگائے اور خلافت ارض کے تقاضوں کو پورا کرے جب تک انسان موجودات عالم کے خواص وآثار اور اعمال و وظائف معلوم نہ کرلے اور انہیں مسخر کرکے ان سے استفادہ نہ کرے وہ نہ خلافت ارضی کے تقاضے پورے کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ دنیا میں عدل وانصاف کا بول بالا کرسکتا ہے قرآن کریم نے ''تسخیر کائنات'' کا جو نظریہ پیش کیا اس نے بتکدوں میں ایک زلزلہ سا برپا کردیا۔ دنیائے انسان قرآن کریم کے اسی احسان کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی کہ انسان نے مرتبہ انسانیت سے گر کر جن چیزوں کو معبود بنا رکھا تھا قرآن کریم نے اسے یہ باور کرایا کہ یہ مظاہر کائنات اس کی عبادت کیلئے نہیں بلکہ اس کی خدمت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں ان کے سامنے جھکنا، سجدہ ریز ہونا، اس کے حضور نذریں پیش کرنا، ان سے خوف کھانا اور ان سے امیدیں وابستہ کرنا مقام انسانیت کے منافی ہے خلافت ارضی کے تاجدار پر لازم ہے کہ وہ موجودات عالم میں غور وفکر کرے ان میں پوشیدہ قوتوں سے فائدہ اٹھائے اور باری تعالیٰ کے وجود اور قدرت کی نشانیاں تلاش کرے۔

زمانہ جہالت کے دور کا تذکرہ: ایک وہ وقت تھا جب انسان پرُ ہیبت اور صاحب جمال چیز کے سامنے جھکتا اور اسے معبود تسلیم کرتا تھا وہ شمس وقمر کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا ارض وسما کو دیوتا اور مائی باپ قرار دیتا تھا، دریاوں اور سمندروں کے حضور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی نذریں پیش کرتا تھا، پہاڑوں اور درختوں کے تقدس کا قائل تھا، سانپ، بچھو، گائے اور بیل جیسے بیشمار حیوانات میں اسے خدائی نور جلوہ گر دکھائی دیتا تھا گرجتے بادلوں اور کوندتی بجلیوں کے سامنے وہ عجز ونیاز کی تصویر بن کر دست بدستہ کھڑا ہو جاتا تھا غرض یہ کہ جسے مخدوم اور متبوع بنایا گیا تھا وہ خادم اور تابع بنا ہوا تھا جسے چاند اور سورج کی کرنوں کو مٹھی میں بند کرنے کا حکم دیا تھا اس کی صلاحیتیں مخلوق کے خوف اور ہیبت کے بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی تھیں۔ یہ قرآن تھا جس نے انسان کے خوف اور مرعوبیت سے نجات دلائی اور اسے ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا راستہ دکھایا یہ نکتہ قابل غور ہے کہ قرآن کریم میں خالص فقہی احکام کی آیتیں ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں جب کہ مظاہر فطرت کے بارے میں ساڑھے سات سو سے زیادہ آیات ہیں۔(۴) جیسے اول الذکر آیات میں اجتہاد واستنباط مسلمانوں پر لازم تھا جس کا حق ادا کرتے ہوئے انہوں نے ہزاروں مسائل کا استخراج کیا یونہی ثانی الذکر آیات میں غور وفکر بھی ضروری ہے تاکہ ان میں پوشیدہ حقائق کو آشکارا کرکے ایک طرف قرآن کی صداقت، جامعیت اور تازگی کو بیان کیا جاسکے تو دوسری طرف مسلمانوں کے اندر سائنسی اور تکوینی علوم کی اہمیت کو اجاگر کیا جاسکے، تاکہ حیوانات ونباتات، اشجار وجبال، زمین وآسمان، بحر وبر اور

برق وباراں کی تحقیقات کا شوق ان کے اندر پیدا ہو، سائنسی علوم کی اہمیت اور شوق پیدا ہو جانے کے بعد وہ ان علوم کی تفصیل ذاتی اور اختیاری دلچسپی کی بناء پر نہیں بلکہ قرآنی حکم سمجھ کر کریں گے۔ یہ اعزاز قرآن ہی کو حاصل ہے کہ تمام سماوی صحیفوں اور کتابوں میں سب سے پہلے اسی نے انسان کیلئے کائنات کی تسخیر کا نظریہ پیش کیا اور مسلمانوں کو براہ راست خطاب کرتے ہوئے عناصر فطرت کی تسخیر کا مژدہ سنایا لیکن مسلمانوں کی غفلت اور جہالت دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان آیات کا اپنے آپ کو مخاطب نہیں سمجھتے جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اطلاع دی ہے کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ سب میں نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ ہوا کی لہریں، سمندر کی موجیں، سورج کی توانائی چاند کی لطافت، زمین کی نباتاتی صلاحیتیں پھل اور پھول، غلے اور میوہ جات، آگ کی حرارت، قلم اور کاغذ، لوہا اور تانبا، پیتل اور پتھر، سونا اور چاندی، کیلشیم اور پوٹاشیم، گیس اور پیٹرول یہ سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے جب مسلمانوں نے اس خطاب کو در خو اعتنا نہ سمجھا تو کافروں کو اس طرف متوجہ کر دیا گیا ہے انہوں نے کائنات کو کھنگال مارا اور مادہ اور توانائی کے اسرار طشت از بام کر دیئے اور انہیں مسخر کر کے بیشمار مصنوعات تیار کر لیں یہ مصنوعات خالق کائنات کی وہ نعمتیں ہیں جو زندگی کو آسان بناتی ہیں اور دور حاضر کا ''انسان ضعیف'' ان نعمتوں کا شدید محتاج ہے کچھ دیر کیلئے سوچئے کہ اگر موٹر اور کاریں، ہوائی جہاز اور ٹیلی فون، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ، ہزاروں قسم کی مشینیں اور جدید آلات نہ ہوتے تو زندگی کتنی مشکل ہوتی خالق کائنات انسان کو وہ سب کچھ دے رہا ہے جس کا سوال وہ زبان قال سے نہیں محض زبان حال سے کرتا ہے۔ درج ذیل آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے ارض وسماء کی تخلیق، شمس وقمر اور لیل ونہار کی تسخیر اور انسان کو وہ سب کچھ دینے کا ذکر کیا ہے۔ جس کا وہ سوال کرتا ہے آخر میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ہو اس آیت کریمہ کے بغور مطالعہ کے بعد دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس آیت میں ان جدید نعمتوں کی طرف بھی اشارہ ہوگا جو نئی ایجادات کی صورت میں انسان کو مہیا ہیں لیکن آیئے پہلے اس آیت کا مفہوم ملاحظہ فرمالیں سورۃ ابراہیم میں ہے ''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اوپر سے پانی برسایا پھر اس پانی سے تمہاری روزی کی خاطر (مختلف قسم کے) میوے نکالے اور کشتیوں کو تمہارے قابو میں کیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلتی رہے۔ (تاکہ تم جہاں چاہو بآسانی نقل وحمل کیلئے انہیں استعمال کر سکو) اور دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کیا (کہ حسب منشاء تم ان پر بند باندھو اور ان کا رخ موڑ لو) اور تمہارے لئے آفتاب ومہتاب کو مسخر کیا (کہ اس کی توانائیوں سے تم حسب خاطر مستفید ہو سکو) اور تمہارے لئے رات اور دن کو کام میں لگایا (تاکہ تمہارے کام کرنے اور راحت پانے کے اوقات متعین ہو سکیں) اور یوں اس نے تمہیں وہ سب کچھ دے دیا جو تم نے مانگا اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہ کر سکو، انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے'' (۳۲، ۳۴) غور کیجئے کہ مذکورہ آیت میں مظاہر فطرت کی تسخیر کے بعد تین باتیں ارشاد فرمائی گئیں ہیں پہلی یہ کہ اللہ نے تمہیں وہ سب کچھ دے دیا جس کا تم نے سوال کیا...... اس سوال سے مراد زبان حال سے سوال ہے (۵) اس سوال کی عمومیت میں خورد ونوش، نقل وحمل، بود وباش، پہننے اور اوڑھنے کی بے شمار چیزیں شامل ہیں انسان کا جسم، اس کی کمزوریاں اور اس کی ضروریات ہر لحظہ ھل من مزید کا سوال کر رہی ہیں۔ بسا اوقات انسان تغافل اور تجاہل کی وجہ سے زبان قال سے تو سوال نہیں کرتا مگر

خالق کائنات،فطرت کی خاموش زبان کو بھی خوب سمجھتا ہے اور اسکے نت نئے تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل بھی خود ہی کرتا چلا جاتا ہے۔
دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے یہ حقیقت ہے کہ انسان سر کے بالوں سے پیروں کے ناخن تک اللہ کی نعمتوں میں اس طور پر ڈوبا ہوا ہے کہ اگر وہ منعم حقیقی کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو شمار نہیں کر سکتا، آسمان کا سایہ، زمین کا فرش، سورج کی حرارت، ہواؤں کی حرکت، درختوں کی فیض رسانی، پھلوں اور پھولوں کی گوناں گونی، پرندوں کی چہچہاہٹ، چوپائیوں کی تسخیر، سمندروں کا سینہ اور دفینہ، دریاں اور ندی نالوں کی روانی، پھر انسان کا اپنا جسم، آنکھ اور کان، منہ اور زبان، ناک اور چہرہ، سینے میں دھڑکتا دل، سر میں منصوبہ ساز دماغ، جسم میں پھیلا ہوا ہزاروں میل لمبا رگوں کا جال، ہر لحظہ دھڑکتا ہوا خون، مختلف عضلات اور ریشے یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں جن میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہو جائے تو انسان مبتلائے الم ہو جاتا ہے۔لیکن کیا اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بس یہی ہیں؟ اور مادہ اور توانائی کو مسخر کرے کہ انسان کو ہر روز جو نئی نئی نعمتیں میسر آ رہی ہیں انہیں ''نعمائے الٰہیہ'' میں شمار نہیں کیا جا سکتا؟ کیوں نہیں بلاشبہ بجلی اور بھاپ اور جوہری توانائی سے چلنے والی بے شمار مشینیں اور ہزاروں کیمیائی مرکبات اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جنہیں صحیح محل میں استعمال کرنا بھی ضروری ہے اور اس کا شکر ادا کرنا بھی ضروری ہے۔اگر قرآن کائنات کی تسخیر کا نظریہ پیش نہ کرتا تو ممکن ہے کہ مظاہر فطرت میں جو چھپے ہوئے فوائد ہیں وہ ہمیشہ مخفی ہی رہتے انسان ان کے جاہ وجلال اور حسن و جمال سے متاثر ہو کر ان کے سامنے جھکا رہتا اور اسے وہ نعمتیں کبھی حاصل نہ ہوتی جن کے بغیر وہ اپنی زندگی کو ادھورا محسوس کرتا ہے ایک بجلی ہی کو لیجئے اگر کچھ دیر کے لئے اس کی رو بند ہو جائے تو زندگی کی نبضیں ڈوبتی محسوس ہوتی ہیں، گھر تاریک ہو جاتے ہیں، مشینیں رک جاتی ہیں، خواب گاہ کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے، کتاب اور قاری کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے پوری دنیا کو گلوبل ویلج کی شکل دینے والے میڈیا پر سناٹا چھا جاتا ہے۔مادہ اور توانائی میں ودیعت شدہ فوائد تو نعمت ہیں لیکن ان فوائد سے کہیں بڑی نعمت وہ کتاب ہے جس نے ان فوائد کی طرف انسان کو متوجہ بھی کیا اور ان کے حصول اور تسخیر پر اسے آمادہ کیا اس کتاب کے نزول کو ابھی چند ہی صدیاں گزری تھیں کہ بغداد اور ہسپانیہ کی رصد گاہوں میں تو زمین تو کیا آسمان پر بھی کمندیں ڈالنے کی تیاریاں شروع ہو گئیں تھیں۔
تیسری بات اس آیت میں یہ فرمائی گئی ہے کہ ''انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے'' انسان کا ظالم اور ناشکرا ہونا اس اعتبار سے بھی تو یہ ہے کہ وہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو نہ تو صحیح محل میں استعمال کرتا ہے اور نہ ہی ان کا شکر ادا کرتا ہے اس کا ظالم اور ناشکرا پن یہ بھی ہے کہ وہ نعمائے الٰہیہ سے فائدہ نہیں اٹھاتا کتنا ظالم ہے کہ اس کے سامنے رنگارنگ نعمتوں سے سجا ہوا دستر خوان ہے مگر وہ اپنی بھوک مٹانے کے لئے غیروں کے سامنے کشکول لئے کھڑا ہے، دیکھا جائے تو عام طور پر کفار پہلی قسم کے ظلم اور کفر میں مبتلا ہیں تو دور حاضر کے مسلمان دوسرے معنی کے اعتبار سے ظالم اور ناشکرے ہیں۔دشمنان اسلام نے عناصر فطرت کو مسخر کر کے ان سے بے شمار چیزیں ایجاد کر لیں جنہیں اگر انسانیت کے فائدے کے لئے استعمال کیا جاتا تو یہ دنیا جنت کا نمونہ بن سکتی تھی مگر انہوں نے ناجائز محل میں استعمال کرتے ہوئے اس دنیا کو جہنم بنا دیا ہے مشرق سے مغرب تک ان کی جلائی گئی آگ میں انسانیت سسک رہی ہے دوسری طرف مسلمان ہے جسے

قرآن کریم میں تسخیر کائنات کی ترغیب دی گئی تھی جب اس نے اپنے آپ کو اندھا اور بہرا بنالیا تو اب وہ اپنے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات کی صورت میں بھگت رہا ہے حیرت ہے کہ جسے دینے کیلئے اٹھایا گیا تھا وہ بھکاری بن کر کھڑا ہے اور جسے بھکاری ہونا چاہئے تھا وہ ان داتا بنا بیٹھا ہے اور پوری دنیا میں انا والا غیری کے نعرے لگا تا دندناتا پھر رہا ہے یہاں ایک دوسری آیت کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا یہ سورۃ لقمان کی آیت ۲۰ ہے ارشاد ہوتا ہے الم تروان اللہ سخر لکم مافی السموٰت ومافی الارض واسبغ علیکم نعمه ظاهرۃً باطنة ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں مسخر کردیں اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کردیں۔

اس آیت کریمہ میں جن ظاہری اور باطنی کا ذکر ہے ان کے مصداق کی تعین میں علماء کے مختلف اقوال ہیں اس اختلاف کو دیکھ کر کسی کو بدلنا نہیں چاہئے اس قسم کا اختلاف ''اختلاف تنوع'' ہے ''اختلاف تضاد'' نہیں۔(۶) اختلاف تنوع کا مطلب یہ ہے کہ ہر مفسر کی تعبیر مختلف ہوتی ہے لیکن مقصد ایک ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی آیت کا مفہوم سمجھانے کے لئے ایک مفسر ایک مثال بیان کرتا ہے جب دوسرا مفسر کوئی دوسری مثال ذکر کردیتا ہے بعض لوگ اس مثال کو اس آیت کا قطعی مصداق جان کر سمجھتے ہیں کہ مفسرین کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے حالانکہ ان آراء میں ایسا تضاد نہیں ہوتا کہ ان میں تطبیق نہ ہوسکے یا ان سب کو مراد نہ لیا جاسکے۔ یہاں ایک اور پہلو کی طرف توجہ ضروری ہے وہ یہ کہ جن آیات میں واضح طور پر سائنسی انکشافات کی طرف اشارے پائے جاتے ہیں جب ان اشارات کی روشنی میں تفسیر کی جاتی ہے تو بعض حضرات اس تفسیر کو اسلاف کے تفسیر کے خلاف سمجھتے ہیں ایسا سمجھتے ہوئے وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ بقول حضرت علیؓ قرآن کریم کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوسکتے (۷) ان سطور کے راقم کا ایمان کی حد تک پختہ یقین ہے کہ صرف اسی دور ہی میں نہیں آنے والے دور میں بھی ایسے انکشافات اور تحقیقات ہوتی رہیں گی اور ایسے واقعات پیش آتے رہیں گے جو چیخ چیخ کر قرآن کی صداقت کی گواہی دیں گے اور اہل عقل ان پر نظر ڈالتے ہی بول اٹھیں گے کہ ان کے وقوع کی قرآن نے صدیوں پہلے پیشن گوئی کی تھی حقیقت میں قرآن ایک زندہ اور تازہ کلام ہے ماہ وسال کا گزرنا، زمانے کے تغیرات اور انسانی افکار اور ترجیحات کا انقلاب اس کی تازگی پر ہرگز اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ آپ مفسرین اور محدثین کی تفسیروں اور تشریحات کا مطالعہ کیجئے اکثر ایسا ہوا کہ ان کے زمانے میں جب کوئی حادثہ یا واقعہ پیش آیا یا کوئی نئی چیز دریافت ہوئی تو ان میں سے بعض نے آیات اور احادیث میں اس کی طرف اشارات کی نشاندہی کی اس سلسلہ میں مثال کے طور پر صرف یاجوج ماجوج، سد سکندری، فتنہ تاتار اور عدن سے اٹھنے والی آگ کی طرف اشارے پر اکتفا کروں گا۔ اگر ہمارے اسلاف ایسا کرسکتے ہیں تو ہم جب اپنی آنکھوں سے ایسے حقائق دیکھ لیں جن کے وقوع کی نشاندہی قرآن سے ہوتی ہو تو ہمارے لئے کونسا امر مانع ہے کہ ہم بین الاقوامی سٹیج پر یہ دعویٰ نہ کریں کہ قرآن ان حقائق کو صدیوں پہلے بیان کرچکا ہے۔ جب کہ ایسا کرنے سے مسلمانوں کا ایمان بھی تازہ ہوتا ہے اور کفار بھی بے ساختہ قرآن کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔

معاذ اللہ! اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم نے قرآن کو سائنس کی کتاب بنادیا اسے سائنس کے تابع کردیں اور ہر نئے نظریہ پر قرآنی

آیات کومنطبق کرنے کی کوشش کریں خواہ ہمیں معنوی تحریف ہی کا ارتکاب کیوں نہ کرنا پڑے لیکن یہ سوچ بھی مناسب نہیں کہ اگر کوئی بات بلاتکلف قرآن سے ثابت ہوتی ہوتو ہم محض اس لئے اس کا انکار کردیں کہ قدیم مفسرین میں سے کسی نے اسے بیان نہیں کیا آپ وزن اعمال ہی کا مسئلہ لے لیجئے حدیث میں اس کا اثبات ہے اس پر اشکال ہوا کہ اعمال اعراض ہیں اور اعراض کا وزن نہیں ہوسکتا اسلاف نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے کسی نے کہا ان رجسٹروں کا وزن ہوگا جن میں اعمال لکھے ہوں گے کسی نے کہا قیامت کے دن اعمال مجسم ہوں گے اوران کے جسم اورصورت کا وزن ہوگا جب کہ معتزلہ نے مذکورہ اشکال کی وجہ سے وزن اعمال سے انکار ہی کردیا لیکن موجودہ سائنس نے ثابت کردیا کہ اعراض کا بھی وزن ہوسکتا ہے تو کیا ہم اس تحقیق کا صرف اسی لئے انکار کردیں گے۔ کہ اسلاف میں سے کسی نے اسے بیان نہیں کیا مجھے اس بات کا احساس ہے کہ جملہ معترضہ قدرے طویل ہوگیا ہے مگر سائنسی انکشافات سے بلاوجہ کا توحش ختم کرنے کے لئے یہ وضاحتیں ضروری تھیں اب ہم دوبارہ سورۃ لقمان کی مذکورہ آیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس میں اللہ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے ان نعمتوں کے تعین کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ امام ابن کثیرؒ کی رائے یہ ہے کہ ظاہری نعمتوں سے مراد دنیا اور آخرت کی حسی اور مادی نعمتیں اور باطنی نعمتوں سے مراد علمی اور روحانی نعمتیں ہیں۔(۸) امام بیضاویؒ ظاہرۃ وباطنۃ سے مراد بالترتیب حسی اور عقلی نعمتیں مراد لی ہیں (۹) صاحب کشاف نے ظاھرۃ و باطنۃ کی تعین میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں چند اقوال آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

''مجاہدؒ فرماتے ہیں ظاہرہ سے مراد ظہور اسلام اور دشمنوں پر غلبہ اور باطنہ سے فرشتوں کی امداد ہے۔ حسنؒ کی رائے ہے ظاہرہ سے مراد حسن صورت اور باطنہ سے مراد معرفت۔ لیکن امام زمخشری کی نظر میں جو حج قول ہے اسے انہوں نے سب سے پہلے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ''ظاہرہ'' میں وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جو مشاہدہ سے معلوم ہوجاتی ہے اور ''باطنہ'' میں وہ نعمتیں شامل ہیں جو بغیر دلیل کے معلوم نہیں ہوسکتیں یا سرے سے ان کا علم انسان کو حاصل ہی نہیں ہوسکتا۔(۱۰) یہ سارے اقوال اپنی جگہ صحیح ہیں لیکن اگر ہم یوں کہیں کہ ظاہر نعمتوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نوازشیں ہیں جو اس دنیا کی ابتداء سے آج تک ہوتی رہی ہیں اور جن کے بغیر زندگی محال ہے اور جن سے واقفیت کیلئے طویل غور وخوض اور علم وجستجو کی ضرورت نہیں اور باطنی نعمتوں سے مراد وہ پوشیدہ منافع ہیں جو صرف جسم انسانی میں نہیں بلکہ کائنات رنگ وبو کی ساری اشیاء بالخصوص عناصر اربعہ یعنی مٹی، پانی، آگ اور ہوا میں مخفی ہیں تو یہ مفہوم مراد لینا قطعاً کتاب وسنت کے خلاف نہیں ہوگا اس تفسیر کی اختلاف کو ہم زیادہ سے زیادہ اختلاف تنوع پر محمول کریں گے نہ کہ اختلاف تضاد پر، یہ پوشیدہ منافع روزِ ازل ہی سے کائنات میں موجود تھے لیکن انسان ان سے آگاہ نہیں تھا آج جب ٹیکنالوجی نے ترقی کی اور انسان نے عناصر کو مسخر کرکے ان کے مخفی فائدے ظاہر کئے تو نئی نئی مصنوعات، مرکبات اور ایجادات سامنے آئیں بلاشبہ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ عناصر میں موجود پوشیدہ منافع کی نشاندہی قرآن نے صدیوں پہلے کردی تھی اور علم تسخیر کے ذریعے ان سے فائدہ اٹھانے کی انسان کو ترغیب دی تھی اگر انسان علم تسخیر (جس کا ترجمہ بعض جدید علماء نے ٹیکنالوجی سے بھی کیا ہے) (۱۰) حاصل نہ کرتا تو وہ یقیناً عناصر میں پوشیدہ منافع سے فائدہ حاصل کرنے میں

کامیاب نہ ہوسکتا۔ جیسے ظاہری نعمتیں حاصل کرنے کے بعد قلب سلیم والے انسان کا سرادائے شکر کے لئے اللہ کے سامنے جھک جاتا ہے یونہی باطنی اور پوشیدہ نعمتیں ظاہر ہونے کے بعد بھی اس کی زبان باری تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے گن گانے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

حوالہ جات:

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے المعجم المفهرس لالفاظ القرآن كريم تاليف فواد رعبد الباقی ۳۴۸، ۳۴۷۔

(۲) والسخرة: ماتسخرت من دابة اوخادم بلااجرولاثمن ويقال سخرة بمعنى سخرته اى.قهرته وذللته قال الله تعالىٰ: وسخرلكم شمس القمر،اى ذللهما والشمس والقمر مسخران اى بجريان مجاهد ريهادى سخرا جاربين عليها(لسان العرب لامام العلامة ابن منظور،۲۰۳/۶)

(۳) سخر: الغرسياقة الى التسخيه المختص قهرا(المفردات فی غريب القرآن ۲۲۷)

(۴) تفسير جواهر تاليف شيخ طنطاوى جوهرى مصرى ۴/۱)

(۵) وآتاكم من كل ماااحتجتم اليه ولم تصلح احوالكم ،معايشكم الا به،فكانكم سالتموه بلسان الحال(كشاف تاليف ابى القاسم محمودبن عمرعمرالزمحشرى الخوارزمى ۲ /۵۲۳)من كل بالتنوين اى وآتاكم سن كل شى مااحتجتم اليه وسالتموه بلسان الحال ويجوزان تكون "نافية"فى موقع الحال اى وآتاكم من كل شئى غيرسائليه(بيضاوى ۳/۵۰ج)

(۶) واظلماف بين السلف فى التفسيرقليل وغالب مايصح عنهم من ابظلاف يرجع الى اختلاف تنومباله اختلاف تضادوذلاصنفان: احدهما أن يعبرواحد منهم عن المراد بعبادة مبارة صاحبه،تدل على معنى فى المسمى غيرالمعتى الآمع اتحادالمسمى الثانى؛ان يذكركل منهم من الاسم العام بعض انواعه على سبيل التمثيل وتنبيه المستمع على النوع.(تفسيرالقاسمى المسمى محاسن التاويل تاليف محمد جمال الدين قاسمى ۱/۱۸)

(۷) ترمذى ،دارمى(عن علیؓ)

(۸) امام ابن کثیرؒ مادی نعمتیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:"واسبغ عليهم نعمه الظاهرة والباطنة من ارسال الرسل وانزال الكتب وازاحة الشبه والعلل(ابن كثير۳/۵۹۰)

(۹) محسوسة ومعقولة ماتعرفونه ومالا تعرفونه(بيضه وى ۴/۳۴۹)

(۱۰) فان قلت فما معنى الظاهرة والباطنة؟قلت الظاهرة كل مايعلم بالمشاهدة،والباطنة مالايعلم الابدليل ،اولايعلم اصلاً فكم فى بدن الانسان من نعمة لايعلمها ولا يهتهدى الى العلم بها(كشاف ۳/۵۰۶)

(۱۱) اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں ۱/۱۳۳۔